قرآن کا تصور سیاست

محمد تقی امینی
ترجمہ : صاحبزادہ ساجد الرحمن

یہ ایک امر مسلم ھے کہ قرآن ایسے کلی قواعد، عمومی اصولوں، بنیادی خطوط اور تشریعی ھدایات پر مشتمل ھے جن کی اساس پر انفرادی اور اجتماعی زندگی استوار ھوتی ھے، ایک مملکت کا خاکہ تشکیل پاتا ھے اور اسی خاکے میں رنگ بھرے جاتے ھیں ۔ انھیں بنیادی اصولوں پر جمہور کے حقوق و فرائض مرتب ھوتے ھیں اور ریاست کی انتظامیہ تشکیل پاتی ھے ۔ انھیں بنیادوں پر انسان کی اندرونی فطرت، اسکی ظاھری شخصیت، بنیادی اصولوں اور ان کی خارجی شکلوں کے درمیان حقوق و واجبات کا توازن قائم ھوتا ھے ۔
قرآن مجید میں جزئی احکام بہت کم ھیں، لیکن جو ھیں وہ پر از حکمت ھیں، وہ حکمت جو احکام کی حقیقتوں اور ان کے بلند طریقوں کی جانب راھنمائی کرتی ھے، اور اجتہاد، استنباط اور استخراج کا دروازہ کھولتی ھے، تاکہ آئے دن پیش آنے والے حالات و مسائل کو حالات زمانہ اور عامة المسلمین کے حالات و ماحول کے مطابق حل کیا جا سکے ۔ قرآن مجید محض احکام کی کتاب نہیں بلکہ حکمت سے لبریز کتاب الٰہی ھے ۔

قرآن مجید کا اسلوب عام کتابوں کا سا نہیں ھے، نہ اس میں ابواب بندی ھے اور نہ ھی فصلیں اور پیرا گراف ھیں ۔ بلکہ یہ کتاب الٰہی روحانی اسرار و رموز، اخلاقی حقائق، تاریخی عروج کے اسباب اور انسانی زندگی کے بنیادی حوائج کے ذکر سے پر ھے، ان اسرار و رموز اور حقائق و معارف کا انسانی زندگی سے بڑا گہرا رابطہ قائم ھے اور یہی وہ رابطہ ھے جو جملہ انسانی سرگرمیوں، ثقافتی ارتقاء اور سیاسی و اجتماعی تبدیلیوں کو مربوط و منظم کرتا ھے ۔ قرآن

مجید میں خاص انداز سے انسانی فکر کو سیاسی تصور اور اس کو ایک نیا رخ عطا کیا گیا ھے ۔ انسان کا سیاسی تصور نہ تو خلا میں کام کرتا ھے اور نہ صرف انسان کی خارجی زندگی میں محدود و منحصر ھے بلکہ وہ ایک جامع فکری ، اخلاقی اور تشریعی نظام کا حصہ ھے ۔ اسکی کامیاب اور مصلحتوں کے حصول کی ضمانت تمام اجزاء کے باھمی رابطے پر موقوف ھے اور خاص طور پر اس مضبوط تعلق پر جو کہ اس کے اور اخلاقی شعور کے درمیان قائم ھوتا ھے اور جو انسان کی رگ احساس کو تحریک مہیا کرتا ھے اور انسان کے جملہ اعمال کی نگرانی کرتا ھے ۔

اب ھم ذیل میں سیاسی فکر کے ان سر چشموں کا ذکر کرتے ھیں جو قرآن ھمیں فراھم کرتا ھے ۔

(۱) اقتدار (Authority)

(۲) اعلیٰ ترین آئیڈیل یا منزل مقصود

(۳) اھداف عالیہ

جہاں تک اقتدار اعلی اور مطلق اختیار حکمرانی کا تعلق ھے تو یہ صرف اللہ جل شانہ کیلئے مختص ھے ، عوام اور جمہور کو یہ فضیلت حاصل نہیں جو کہ حقیقت میں قلیل البضاعۃ ھونے کے ساتھ نفسانی خواھشات اور سفلی جذبات کے حامل ھیں ، ناممکن ھے کہ وہ غلطی ، بھٹکنے اور سہو و نسیان سے مبرا ھوں اسلئے کہ یہ بشری لوازمات ھیں ۔ صرف ذات باری تعالیٰ ھی ھے جسے مکمل غلبہ و قدرت حاصل ھے کہ وہ انسان کو ھر ظلم و انحراف خواہ وہ خلوت ھی میں کیوں نہ ھو روک سکتی ھے ۔ یہی ذات تمام صفات عالیہ سے متصف ھے اور سہوونسیان، غلطی اور بھٹکنے سے پاک و منزہ ھے جیسے کہ قرآن میں ارشاد ھوا وھو الذی فی السماء الہ وفی الارض الہ و ھو الحکیم العلیم (۱) ۔ (اور وھی ھے جسکی بندگی ھے آسمان میں اور اسکی بندگی ھے زمین میں اور وھی ھے حکمت والا سب سے خبردار) الا لہ الخلق والامر (۲) ۔ حضرت یوسف علیہ السلام جب ایام قید گذار رھے تھے تو اسوقت انھوں نے اللہ واحد القھار کے اقتدار اعلیٰ کے سامنے سر نیاز خم کرنے کی ھی دعوت دی اور اسکے علاوہ ھر قسم کے اقتدار کی نفی کی ۔ (۳)

اسکے علاوہ ضروری ہے کہ ہم درج ذیل امور پر غور کریں جو حکومتی اور غیر حکومتی سطح پر زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہیں ۔

(۱) بیشک انسان اللہ رب العزت کے نائب اور امانت دار (Trustee) کی حیثیت سے حکومت کرنے کا حق رکھتا ہے لیکن حقیقی حکم اور اقتدار صرف اللہ ہی کیلئے مختص ہے ۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے ۔ ان الحکم الا للہ (۴) (حکم کسی کا نہیں سوائے اللہ تعالی کے) یاداؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھویٰ فیضلک عن سبیل اللہ ۵) ۔ (اے داؤد علیہ السلام ہم نے کیا تجھ کو نائب ملک میں سو تو حکومت کر لوگوں میں انصاف سے اور نہ چل جی کی خواھش پر ، پھر وہ تجھ کو بچلا دے اللہ کی راہ سے) وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ (٦) ، (اور خرچ کرو اس میں سے جو تمہارے ہاتھ میں دیا ہے ، اپنا نائب بنا کر) ان اللہ یأمرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا واذاحکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل (۷) (بےشک اللہ تعالی تم کو فرماتا ہے کہ پہنچا دو امانتیں امانت والوں کو اور جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے) زید بن اسلم اس آیۃ کریمۃ کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ یہ خطاب اقتدار پر فائز افراد کیلئے ہے اور انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی رعیت کی دیکھ بھال کی ذمہ داری انجام دیں ۔ دین کے تقاضوں کو بجا لائیں اور علماء نے ان ذمہ داریوں کے ضمن میں اس بات کو بھی شمار کیا ہے کہ مناصب مستحق افراد کو سپرد کئے جائیں ۔

(ب) یہ حکمت الہی ہر قانون اور حکومت کی ہر منصوبہ بندی میں اس طرح جلوہ گر ہوتی ہے کہ اس کے تمام قوانین ، تنظیم کے طریقے اور وسائل عادلانہ بنیادوں پر استوار ہوتے ہیں ، اور وہ اس طرح ہمہ گیر طریقے سے ریاست کی ہر پالیسی پر حاوی ہوتے ہیں جیسے باران رحمت بلا ترجیح و تخصیص فیضیاب کرتا ہے ۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے ، ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان (۹) ، (اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا) یہ آیۃ کریمہ سب سے زیادہ جامع آیۃ ہے جو کہ تمام انسانی مصالح کے حصول اور جملہ مفاسد کے مکمل انسداد کیلئے تحریک پیدا کرتی ہے ، " وما ارسلناک الارحمۃ للعلمین " اس عمومی رحمت کے مفہوم میں وہ تنظیم داخل ہے کہ جو

انسانوں کیلئے سب سے زیادہ نفع بخش ہو اور جس میں حالات اور زمانے کی پوری رعایت رکھی گئی ہو۔ اسلئے کہ اگر دین میں کسی ایک تنظیمی شکل کو جاری کر دیا جاتا تو لوگ مشکل میں پڑ جاتے اور یہ اس رحمت کے منافی ہوتا جو اس آیۃ میں مذکور ہے ۔

(ج) حکومت پر لازم ہے کہ وہ قومیت اور وطنیت کے تنگ دائروں سے نکل کر وسیع تر انسانی اور عالمی سطح پر آ جائے اور اس کے اس عالمی اور جہانی رنگ کا اظہار ہر چیز میں ہو جیسا کہ ہمیں صفات باری تعالیٰ میں نظر آپڑتی ہے ۔

(د) جوابدھی کا احساس اور اللہ جل شانہ کے نگران ہونے کا عقیدہ حکومت کے ہر عمل میں ظاہر ہو گا، یہ نگرانی کا احساس بے شمار برائیوں سے اجتناب کا ذریعہ ہے ۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے ۔ ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنه مسئولاً (الاسراء ۔ ٣٦) (١١) (بلاشبہ کان ، آنکھ اور دل ، ان سب کے بارے میں انسان سے سوال ہو گا ۔) جہاں تک اعلی ترین مقصد کا تعلق ہے تو اس سے مقصود اللہ کی بندگی ، فضائل کو پھیلانا اور برائیوں کا قلع قمع کرنا ہے ۔ ارشاد باری تعالی ہے ۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ، (١٢) اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں) ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت (١٣) ۔ (اور بلاشبہ ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا (جس نے یہ دعوت دی) کہ تم لوگ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو)

عبادت ہی وہ حقیقی مقصد ہے جو بنی نوع انسان کی تخلیق کا باعث ہے ، اسی لئے ہر رسول نے اپنی قوم کو اس جامع مقصد کی جانب دعوت دی ، عبادت دراصل ایک جامع اصطلاح ہے جس میں وہ تمام ظاہری اور باطنی اقوال و اعمال شامل ہیں جن کو اللہ تعالی پسند کرتا ہے اور جن سے اس کی رضا حاصل ہوتی ہے ۔ ارشاد باری تعالی ہے ۔ الذین ان مکنا ہم فی الارض اقاموا الصلوة و اتوا الزکوة وامروا بالمعروف و نہوا عن المنکر وللہ عاقبة الامور (١٥) ۔ (یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں قدرت و اختیار عطا کریں تو

وہ نماز قائم کریں ، زکات ادا کریں ، اچھائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں ، اللہ ھی کے لئے تمام باتوں کا انجام ھے ۔

یامرهم بالمعروف وینهاهم عن المنکر ویحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبآئث ویضع عنهم اصرهم والاغلال التی کانت علیهم (١٦) ۔ (وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اچھائی کا حکم دیتے ھیں ، برائی سے روکتے ھیں ، ان کیلئے پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ھیں ، ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیتے ھیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور بندشیں تھیں ان کو ان کے اوپر سے مٹاتے ھیں) ۔

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ فضائل و رذائل کا معاملہ بہت ھی دقیق ھے اگر اس کا معیار عوام کی خواھشات کو قرار دے دیا جائے تو ان کی خواھشات کا میدان بہت وسیع ھے نتیجۃ خیر ، شر میں اور شر خیر میں تبدیل ھو گا جسطرح مغربی تہذیب میں ھو رھا ھے ۔ اگر خیر و شر کا معیار انفرادی اور اجتماعی پسند و ناپسند کو قرار دے دیا جائے تو ھمیشہ تبدیلی کا امکان رھے گا ، اور یوں جو چیز صبح خیر ھو گی وہ شام کو شر ھو گی اور شام کو جو چیز شر ھو گی وہ صبح خیر میں بدل جائے گی ۔ حقیقت میں معیار خیر و شر حکم الٰھی ھے جو آخری اور قطعی ھے اور کسی کو مجال نہیں کہ وہ اس میں کوئی تغیر و تبدل کر سکے ۔ ارشاد ربانی ھے ، « وتمت کلمۃ ربک صدقاً وعدلاً لا مبدل لکلمته و ھو السمیع العلیم ۔ وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ۔ ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون (١٧) ۔ اور تمہارے رب کا کلمہ سچائی اور عدل میں مکمل ھو چکا ھے ، اس کے کلمات کو بدلنے والا کوئی نہیں ، وھی ھے سننے والا جاننے والا اور اگر تم پیروی کرو گے زمین کے اکثر لوگوں کی تو وہ تمھیں اللہ کے راستہ سے گمراہ کر دیں گے ، یہ لوگ محض گمان کی پیروی کرتے ھیں اور محض اندازوں پر عمل کرتے ھیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا « (اور آپ وہ افضل ترین انسان اور پوری انسانی تاریخ میں وہ اعلی ترین انسان ھیں کہ جنھوں نے اپنی کامیاب پالیسی سے دینی اور دنیاوی سطح پر انسانیت کو سب سے زیادہ متاثر کیا « جیسا کہ مائیکل ھارٹ نے اپنی کتاب سو عظیم انسان میں اعتراف کیا ھے) « اور وہ

حق و باطل میں تمیز کرنے والا ھے اور غیر سنجیدگی کا اس میں کوئی شائبہ نہیں اور نہ اس کو خواھشات کے مطابق موڑا جا سکتا ھے ۔

اھداف عالیہ سے مراد اقدار حیـات اور حقوق کا تحفظ ھے ، یہ ذمہ داری محض وعظ و ارشاد پر موقوف نہیں بلکہ یہ حکومت اور قانون کی ذمہ داریوں میں سے ھے اور روحـانی سطح پر یہ اقدار حیـات اور حقوق ایک موضوعی حقیقت اور مقصود لِذاتہ ھیں ، میکانکی سطح پر محض نتائج اور منافع کے تابع نہیں کہ اگر منافع بدل جائیں تو یہ قدریں اور فضائل باقی نہ رھیں ۔

ان اقدار حیات کا سر چشمہ اللہ جل شانہ کی صفات عـالیہ ھیں ۔ ارشاد ربانی ھے ، وللہ الاسماء الحسنی فادعوہ بھا (١٩) ۔ (اللہ تعالی کے بہترین نام ھیں ، لہذا اس کو ان نامـوں کے ذریعہ پکارو) یہ بات قابل ذکر ھے کہ اللہ کی تمام صفات مجموعی طـور پر دو پہلو رکھتی ھیں ۔ پہلے پہلو کے اعتبار سے یہ صفات تین قسموں میں منقسم ھیں ۔

(١) جمالی صفات

(٢) جلالی صفات

(٣) کمالی صفات

دوسرے پہلو کے اعتبار سے ان پہلوؤں کو درج ذیل تقسیم دی جا سکتی ھے ، اور انہی پر ھماری بحث کا دار و مدار ھے ۔

(١) امتیازی صفات

(٢) تعمیری صفات

(٣) تکمیلی صفات

امتیازی صفات اخلاقی قدروں اور انسانی فضائل کا وہ پیمانہ ھیں جن کے ذریعے انسان اور حـیوان کے درمیـان فرق کیا جا سکتا ھے ۔ انسان انفرادی اور اجتماعی طور پر حسن سیرت اور عظمت کردار سے اپنی پہچان کرواتا ھے ۔ وہ امتیازی اوصاف یہ ھیں ۔ علم ، حکمت، صداقت، اخلاص ، سخاوت ، عفت، حیا امانت انفرادی اور اجتماعی انصاف ، رحمت، احسان ، عفو و درگذ ر ، ایثار اور قربانی وغیرہ، یہ امتیازی صفات انسان کو معرفت نفس کی راہ دکھاتی ھیں ، علاوہ ازیں اجتماعی اور سیاسی زاویوں سے اس کے اخلاق کی اصلاح کرتی ھیں ۔

جہاں تک تعمیری صفات کا تعلق ہے وہ ان اخلاقی قدروں اور فضائل انسانی کا معیار ہیں جن کے ذریعے انسان کائنات کی قوتوں پر بالادستی حاصل کرتا ہے اور کرہ ارض کے پوشیدہ خزانوں اور راز ہائے سربستہ تک رسائی حاصل کرتا ہے اور ان کے ذریعے نظم و ضبط ترتیب و تہذیب اور ترقی کرنے کی صلاحیتوں سے مالا مال ہوتا ہے۔ وہ اوصاف یہ ہیں۔

عزت ، قوت ، ہیبت و رعب ؛ قوت گرفت، مشکل فیصلے کرنے کی صلاحیت، آفاق کو تسخیر کرنے کا ملکہ ، نفع بخش اور مضرت رساں چیزوں کو مسخر کرنے کی صلاحیت وغیرہ ۔

یہ وہ ممیزات ہیں جو کہ انسان کو اپنی پہچان میں مدد دیتے ہیں اور یہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ آفاقی سطح پر اخلاق کا معیار قرار پائیں ۔ جہاں تک تکمیلی صفات کا تعلق ہے تو یہ اخلاقی اقدار اور انسانی فضائل کا وہ معیار ہیں جو کہ معرفت الٰہی اور معرفت نفس انسانی کی جانب راہنمائی کرتے ہیں ، اور ان کے ذریعے انسان نہ صرف اللہ رب العزت کی حقیقی بندگی سے متمتع ہوتا ہے بلکہ انسان میں قوت و ہمت اور غیرت و استغناء بھی پیدا ہوتا ہے ۔ وہ صفات یہ ہیں : صرف اللہ تعالی سے احتیاج رکھنا اسی سے امید اور خوف رکھنا ، اس کے سامنے خشوع و خضوع کا رویہ اپنانا ، کشادہ صدری ، طمانیت قلب ، فتوت ، حقائق اشیاء کی معرفت، ایجادات و صنعت کی صلاحیت و مہارت اور ان دونوں میں جزرسی اور خصائص و اوصاف اشیاء میں غور و فکر کرنا علی ھذا القیاس ، یہ اوصاف انسان کی معرفت میں گہرائی پیدا کرتے ہیں اور شخصی اور روحانی سطح پر مقیاس کا درجہ رکھتے ہیں ۔

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ان صفات کا مجموعی اثر اخلاقی اقدار کے پیمانے کی حیثیت رکھتا ہے ۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر صفت اپنی پوری ہیئت و کیفیت میں منعکس ہو ، اس طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ اس تاثیر کو قبول کرنے سے اللہ کی ذات میں کسی شرک کا شائبہ پیدا ہو جائے گا اور انسان کے فنا ہو جانے کی بابت اس قسم کا کوئی سوال بھی پیدا نہیں ہوتا جسکے بعض صوفیاء قائل ہیں ۔

حقوق کے تعین کا مسئلہ نہایت اہمیت کا حامل ہے اور چونکہ مغربی تہذیب

کی نظریں اقدار کی اهمیت اور حیثیت اسی اعتبار سے هے که ان کا منبع اور اچھائی اور برائی کا معیار خود معاشرہ هے۔ان کے نزدیک ایسی کوئی دائمی اور ناقابل تغیر بنیادیں نہیں هیں که جن کی بنا پر دائرہ حقوق کی مستقل تحدید کی جا سکے جبکه قرآن مجید کی نظر میں حقوق کی بنیاد زندگی کی وہ قدریں هیں جو دائمی هیں اور جن میں کوئی تغیر و تبدل رونما نہیں هو سکتا ۔ مثال کے طور پر ان اقدار سے درج ذیل حقوق کا تعین هوتا هے ۔

کرامت و احترام

یه تمام انسانوں کا حق هے اور اس میں کالے اور سرخ مسلم و غیر مسلم کے درمیان کوئی تفریق نہیں اور نه هی اس کا تعلق حسب ، نسب ، جاہ ، مال و دولت، قوت و اقتدار یا کسی پیشے اور طبقے سے هے۔ حکومت کی یه ذمه داری هے که وہ هر اس نظریے کی بیخ کنی کرے جو مذکورہ امور میں سے کسی کی بنیاد پر تفریق کو روا رکھے ۔ ارشاد باری تعالی هے ۔

ولقد کرمنا بنیآدم (۲۰) ، (اور بلاشبه هم نے بنی آدم کو عزت بخشی هے)
لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ، (۲۱) (بلاشبه هم نے انسان کو بہترین سانچے میں پیدا کیا هے)

حفاظت

اسی طرح هر ایک کو یه حق حاصل هے که اس کی جان ، مال ، عزت اور عصمت کی حفاظت کی جائے ، ارشاد ربانی هے ۔

" من قتل نفسا بغیر نفس اوفساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً و من احیاها فکانما احیا الناس جمیعاً " ۔ (جس شخص نے کسی جان کو کسی جان کے بدله کے بغیر یا زمین میں فساد کے سبب کے بغیر قتل کر دیا اس نے گویا سارے انسانوں کو قتل کر دیا ۔ اور جس نے اس کو جیتا چھوڑا اس نے گویا سارے انسانوں کو جیتا چھوڑا) ۔

آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے ارشاد فرمایا " فان دماءکم واموالکم واعراضکم حرام " علیکم کحرمة یومکم هذ ا " ۔ (بلاشبه تمهارے خون اور تمهارے مال اور تمهاری عزتیں اور آبروئیں تم پر اسی طرح حرام هیں جیسے تمهارے لیئے اس دن کی حرمت هے (که اس کو پامال کرنا حرام هے) ۔

بھائی چارہ

یہ وہ رابطہ ہے جو تمام بنی نوع انسان کو محبت و مودت، ہمدردی اور رحم دلی کی بنیاد پر ایک دوسرے سے ایسے جوڑ دیتا ہے جس طرح ایک خاندان کے افراد ہوتے ہیں اور یہ کام اللہ تعالی کے ساتھ مکمل اخلاص اور اس کی رضا مندی کے حصول کی غرض سے انجام دیا جاتا ہے۔ جیسے کہ ارشاد رب العزت ہے

" ورحمتی وسعت کل شئی " ۔(میری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے)

وما ارسلناک الارحمة للعلمین ۔ (اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کیلئے صرف رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے ۔) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : " لاتنزع الرحمة الامن شقی (٢٦) " (رحمت بدبخت کے علاوہ کسی سے نہیں چھینی جاتی) ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (٢٧) (تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا ۔)

" الخلق عیال اللہ واحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیاله (٢٨) " ۔

(ساری خلقت اللہ کی دست نگر ہے ۔ ساری مخلوق میں اللہ کو وہی سب سے زیادہ محبوب ہے جو اس کے دست نگروں سے اچھا سلوک کرتا ہے)

مودت کا یہ برتاؤ غیر مذہب کے پیروکاروں کیساتھ بھی ضروری ہے جب تک کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کھلم کھلا جارحیت اور دشمنی پر نہ اتر آئیں جیسا کہ ارشاد ہے ۔

" لاینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروهم وتقسطوا الیهم ان اللہ یحب المقسطین ۔ انما ینهاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم و ظاهرو علی اخراجکم ان تولوهم ومن یتولهم فاولئک هم الظلمون " (٢٩) " ۔

(اللہ تعالی تم کو اس امر سے نہیں روکتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا کہ تم ان کے ساتھ نیکی کرو اور ان کے ساتھ انصاف سے کام لو ۔ اللہ تعالی بلاشبہ انصاف کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے البتہ اللہ تعالی تم کو اس سے روکتا ہے کہ جن لوگوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا یا تمہارے نکالے جانے میں مدد کی کہ تم ان سے دوستی رکھو ۔ جو لوگ

ان لوگوں سے دوستی رکھیں گے تو وھی لوگ ظالم ھیں ۔

عدل مطلق

عدل مطلق سے مراد ایسی میزان ھے جس میں کوئی قرابت یا دوری یا کوئی پسند ناپسند اثر انداز نہ ھو سکے ۔ اور ھر ایک کو یہ حق حاصل ھو کہ وہ قوانین عدل سے فائدہ اٹھائے ۔ چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالی نے دشمن کے ساتھ ساتھ بھی عدل کرنے کا حکم دیا ھے ۔ ارشاد فرمایا ۔ یاایھا الذ ین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداءللہ ولو علی انفسکم اوالو الدین والاقربین (۳۰) ۔ اے وہ لوگ جو ایمان لائے ھو ۔ اللہ کے لئے کھڑے ھونے والے اور انصاف سے گواھی دینے والے بنو چاھے وہ تمھارے یا والدین اور رشتہ داروں کے خلاف ھی ھو) ۔

ولایجرمنکم شنأن قوم علی ان لا تعدلوا ، اعدلوا ھو اقرب للتقوی ۔ (۳۱) ۔

(اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں اس بات پر نہ اکسائے کہ تم عدل نہ کرو ، عدل کرو کہ وہ تقوی سے قریب تر ھے ۔

منافع عامہ کا حق

ھر شخص کائنات کے وسائل سے مساوی طور پر نفع اندوز ھو ۔ ارشاد باری تعالی ھے، ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً (۳۲) ۔ (وھی ھے جس نے تمھارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ھے)

وجعلنالکم فیھا معایش ومن لستم لہ برازقین (۳۳) ۔ (اور ھم نے تمھارے لئے زمین میں روزیاں رکھ دیں اور ان لوگوں کے لئے بھی جن کو تم دینے والے نہ تھے)

حکومت میں شرکت

ھر ایک کو حکومت میں شرکت کا حق حاصل ھے بشرطیکہ وہ اس کا اھل ھو۔

اسلام کی پیش کردہ شورائی حکومت میں دیگر امور کے علاوہ اس امر کا بھی پورا اھتمام موجود ھے ۔ لیکن اس کی صورتیں احوال زمانہ اور شعور انسانی کی سطح کے مطابق بدلتی رھیں گی ، اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ،

وشاورھم فی الامر (۳۴) ۔ (معاملات حکومت میں ان سے مشورہ لیجئے)

دوسرے مقام پر فرمایا ، وامرھم شوریٰ بینھم (۳۵) ۔ (ان کے معاملات ان کے آپس کے مشورہ سے (طے) ھوتے ھیں ۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو یہ حکم لکھ کر بھیجا کہ وہ اپنے بہترین اور قابل ترین افراد میں سے کسی کو منتخب کر کے بھیجیں اور بعینہ ایک خط اہل بصرہ اور اہل شام کو بھی بھیجا (٣٦)۔ اسی طرح خلفاء نے فتوحات کے بعد بہت سے غیر مسلم عہدیداروں کو اپنے مناصب پر قائم رکھا۔(٣٧)

مذہبی آزادی

ہر شخص کو دین ، عقیدہ اور مذ ہب کے بارے میں مکمل آزادی حاصل ہے ، قرآن کہتا ہے ،

لا اکراہ فی الدین (٣٨) ۔ (دین میں کوئی جبر نہیں)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مذاہب کے پیروکاروں کو بھائی بھائی قرار دیتے ہوئے فرمایا ، ان العباد کلھم اخوۃ (٣٩) ۔ (بندگان خدا سب بھائی بھائی ہیں) نیز فرمایا ، وانھم امۃ واحدہ (٤٠) ۔ (یہ سب ایک ہی امت ہیں)

اسکے ساتھ ساتھ تمام مذ اہب کے ماننے والوں کو شخصی (الاحوال الشخصیۃ) اور ثقافتی معاملات میں آزادی کی ضمانت دی گئی ۔ چنانچہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہونے والے علاقوں کے بارے میں کہا گیا کہ " وہاں کے باشندوں کو ان کی ملتوں اور شریعتوں پر قائم رہنے کی اجازت دی گئی چنانچہ وہ اپنے اپنے شہادات و مناکحات ، مواریث اور دیگر احکام پر عمل پیرا ہونے میں آزاد ہیں اور دینی تعلیم کی بھی آزادی ہے جیسے کہ مندرجہ ذیل حکم سے ظاہر ہوتا ہے ، "ان میں اور ان کی شریعتوں کے درمیان رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی "(٤٣)

امن عامہ . قوموں اور حکومتوں کے درمیان ایفائے عہد

اسلام کے سیاسی نظریہ میں امن عامہ اور ایفائے عہد اس کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے اور انسانوں کے مسلمہ حقوق میں سے ایک حق ہے : معاملات میں اصل جھگڑا اور لڑائی نہیں ہے جیسا کہ اس بارے میں آیات بالا سے پتہ چلتا ہے(٤٤) ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالی ہے ۔

" وان جنحوا للسلم فاجنح لھا و توکل علی اللہ انہ ھوالسمیع العلیم (٤٥) ۔

(اگر وہ امن کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ ، اور اللہ پر بھروسہ رکھو ، بیشک وہ سمیع و علیم ہے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔ یاد رکھو اگر کسی نے کسی معاہد پر ظلم کیا یا اسکو اسکے حق سے کم دیا یا اسکو تکلیف بما لا یطاق دی یا اسکی آزادانہ مرضی کے بغیر اس سے کوئی چیز لی تو میں اس کے خلاف کھڑا ہوں گا (۳٦) ۔

یہ بات ذہین ، عقل مند اور اصحاب فکر پر مخفی نہیں کہ ریاست کو اس بات کے وسیع اختیارات حاصل ہیں کہ وہ ایسے قوانین وضع کرے کہ جن کے ذریعے اخلاق عامہ اور مفاد عامہ کی حفاظت کی جائے اور لوگوں کے معاملات بہترین طریقے پر چلائے جائیں ۔ اگر لوگ صرف منصوص احکام کی پیروی پر اکتفاء کریں گے اور ان کے ارباب اختیار اورعلماء دیگر معاملات کے بارے میں اجتہاد سے کام نہیں لیں گے تو لوگ ایک مشکل میں پڑ جائیں گے اور انسانی حقوق ضائع ہو جائیں گے ۔

حوالہ جات

١ ۔ الزخرف :٨٣

٢ ۔ الاعراف : ٦٣

٣ ۔ یوسف : ٣٩

٤ ۔ یوسف :٦٧

٥ ۔ ص : ٢٦

٦ ۔ الحدید : ٧

٧ ۔ النساء : ٥٨

٨ ۔ الجوامع فی السیاسة الالهیة لابن تیمیة ص ٣

٩ ۔ النحل : ٩٠

١٠ ۔ الانبیاء : ٢١

١١ ۔ الاسراء : ٣٦

١٢ ۔ الذاریات : ٥٦

١٣ ۔ النحل : ٣٦

١٤ ۔ مجموعة المقال لابن تیمیة ص ٦

١٥ ۔ الحج : ٣١

١٦ ـ الاعـراف : ١٣١
١٧ ـ الانعـام : ١٧٧
١٨ ـ المشكوة كتاب فضائل القرآن
١٩ ـ بنى اسرائيل : ٧٠
٢٠ ـ التين : ٥
٢١ ـ المـائدة : ٣٢
٢٢ ـ المشكاة باب حجة الوداع
٢٣ ـ الاعـراف : ١٥٦
٢٤ ـ الانبيـاء : ١٠٧
٢٥ ـ المشكاة باب الرحمة والشفقـة
٢٦ ـ ايضاً باب البر والصلـة
٢٧ ـ ايضاً باب رحمة الناس والبهائم
٢٨ ـ المشكاة باب فى الشفقة على الخلق
٢٩ ـ الممتحنـة : ٨ ـ ٩
٣٠ ـ النســاء : ١٣٥
٣١ ـ المـائدة : ٨
٣٢ ـ البقـرة ٢٩
٣٣ ـ الحجـر : ٢٠
٣٤ ـ آل عمران : ١٥٩
٣٥ ـ الشـورى : ٣٨
٣٦ ـ كتاب الامـوال لابى عبيد ص ٦٤
٣٧ ـ كتاب الخطط للمقريزى ج ٢ ص ١٢٠
٣٨ ـ البقـرة : ٢٥٦
٣٩ ـ مسند احمد ج ١ ص ٣٦٩
٤٠ ـ السيرة النبوية لابن هشـام ج ١ و الاموال لابى عبيد ص ٢٠٤ ـ ٢٠٥
٤١ ـ كتاب الاموال ص ١٠١
٤٢ ـ الامـوال ص ٤٣ ، ١٣٥
٤٣ ـ الطبرى لابن جرير ج ٤ ذكر الخبر عن وقعة المسلمين والفرس بنهاوند
٤٤ ـ الممتحنة : ٨ ـ ٩
٤٥ ـ الانفـــال : ٦١
٤٦ ـ كتاب الخراج لابى يوسف ص ١٥٥

☆☆☆